صریرخامہ
SAREER A KHAMA
TAFHEEM RESEARCH CENTRE
Category Y
ISSN Online: 3005-947X
ISSN Print: 3005-9461
Vol: 05, Issue 03 (July-September 2025)

سورۃالکہف کی منتخب آیات کے اردو تراجم کا تقابلی و تفسیری مطالعہ: الفاظ، مفاہیم اور مقصودِ الٰہی کے تعین کے تناظر میں

A Comparative and Exegetical Study of Selected Urdu Translations of Sūrat al-Kahafۛ: Lexical Meaning and the Determination of Divine Intent

Rabia Tahir
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Lahore,
70149680@student.uol.edu.pk

Dr. Saima
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Lahore

Abstract:
This article critically examines selected lexical and syntactic expressions from Sūrat al-Kahf in three influential Urdu renderings associated with Kanz al-Īmān, Aḥsan al-Bayān, and Maʿārif al-Qurʾān. It explores how far each translator's lexical and contextual choices preserve the semantic range, rhetorical force, and exegetical implications of the Arabic source text. The study adopts a qualitative comparative method: each Urdu rendering is first examined in light of the immediate Qurʾanic context, Arabic morphology, and syntactic structure; it is then evaluated through major classical commentaries and exegetical sources, including al-Ṭabarī, al-Baghawī, al-Jalālayn, al-Bayḍāwī, Ibn Kathīr, Ibn al-Jawzī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Ibn Abī Ḥātim, ʿAbd al-Razzāq, and Ibn ʿUthaymīn. The analysis demonstrates that no single Urdu translation is uniformly superior in every instance. A close rendering may preserve the lexical meaning more precisely, whereas an idiomatic or explanatory rendering may communicate the contextual sense more effectively. The expressions bākhiʿ, al-kahf wa al-raqīm, shataṭan, rajman bi-l-ghayb, surādiquhā, khilālahumā, yuḥāwiruhu, qubulan, lā abraḥu, nukran, and ruḥman particularly illustrate the semantic complexity involved in translating Qurʾanic vocabulary and the need to distinguish lexical equivalence from exegetical adequacy. The study therefore argues for a context-sensitive approach to Qurʾanic translation in which the main Urdu rendering remains concise and faithful to the Arabic expression, while a brief explanatory note may be employed where the lexical or exegetical tradition contains more than one defensible interpretation. Such an approach can better convey the linguistic density and interpretive plurality of the Qurʾanic text while maintaining clarity for Urdu readers.

Keywords: Sūrat al-Kahf; Urdu Qurʾan translation; comparative translation; Qurʾanic semantics; tafsīr; lexical analysis; Kanz al-Īmān; Aḥsan al-Bayān; Maʿārif al-Qurʾān

تمہید

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور انسانیت کی ہدایت کے لیے نازل ہونے والا جامع ترین کلام ہے۔ اس کے الفاظ، تراکیب، اسالیبِ بیان اور سیاق وسباق اپنے اندر متعدد معنوی جہات رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے ترجمے کا کام محض عربی الفاظ کے مقابل اردو الفاظ رکھنے تک محدود نہیں رہتا، بلکہ مترجم کے لیے لغوی مفہوم، صرفی و نحوی ساخت، سیاقِ کلام اور تفسیری روایت کو سامنے رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ کسی ایک لفظ کا ظاہری ترجمہ بعض اوقات اس کے بنیادی مفہوم کو منتقل کر دیتا ہے، لیکن اس کے اندر موجود سیاقی یا تفسیری پہلو پوری طرح واضح نہیں ہو پاتے۔[1] اردو زبان میں قرآن مجید کے متعدد تراجم موجود ہیں جن میں الفاظ کے انتخاب اور مفہوم کی ادائیگی میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ زیرِ مطالعہ تحقیق میں کنزالایمان، محمد جوناگڑھی کے ترجمے اور شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ترجمے کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ شیخ الہند کا ترجمہ مختلف تفسیری کتب میں، بالخصوص معارف القرآن کے ضمن میں، رائج صورت میں ملتا ہے، جبکہ محمد جوناگڑھی کا ترجمہ احسن البیان کی معروف اشاعتوں میں حافظ صلاح الدین یوسف کی توضیحات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔[2]

سورۃ الکہف میں متعدد ایسے الفاظ اور تعبیرات موجود ہیں جن کے مفہوم کی تعیین میں لغت، سیاق اور تفسیری روایات تینوں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس تحقیق کے لیے بَاخِعٌ، الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ، شَطَطًا، رَجْمًا بِالْغَيْبِ، سُرَادِقُهَا، خِلَالَهُمَا، يُحَاوِرُهُ، قُبُلًا، لَا أَبْرَحُ، نُكْرًا اور رُحْمًا جیسے الفاظ و تراکیب منتخب کیے گئے ہیں۔ ان مقامات پر تینوں تراجم کا تقابل کرتے ہوئے یہ دیکھا گیا ہے کہ ہر مترجم نے عربی لفظ کے بنیادی مفہوم، سیاقی دلالت اور تفسیری مفاد کو اردو میں کس حد تک منتقل کیا ہے۔ سورۃ الکہف مکی سورت ہے، اس میں ایک سو دس آیات اور بارہ رکوع ہیں۔ اس کا آغاز پندرھویں پارے میں ہوتا ہے اور سولہویں پارے میں جاری رہتا ہے۔ سورت کا نام اصحابِ کہف کے واقعے کی نسبت سے رکھا گیا ہے۔ اس سورت میں ایمان، مال، علم اور اقتدار کے حوالے سے انسان کے مختلف امتحانات کو واقعاتی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اصحابِ کہف ایمان کے امتحان، صاحب جنتین مال کے امتحان، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ علم کے امتحان، جبکہ ذوالقرنین کا واقعہ قوت و اقتدار کے امتحان کی نمایندگی کرتا ہے۔ سورۃ الکہف کے نزول کے پس منظر میں قریش کی طرف سے رسول اللہ ﷺ سے اصحابِ کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوالات کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ سوالات اہلِ کتاب کے مشورے سے کیے گئے تھے۔ سورۃ الکہف میں اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے واقعات کا جواب دیا گیا، جبکہ روح کے متعلق جواب سورۃ بنی اسرائیل میں نازل ہوا۔ اسی سلسلے میں آئندہ کسی کام کے ارادے کے ساتھ ان شاء اللہ کہنے کی ہدایت بھی سامنے آتی ہے۔[3]

زیر نظر مطالعے کا مقصد تینوں تراجم میں کسی عمومی درجہ بندی کے ذریعے کسی ایک مترجم کو ہر مقام پر برتر قرار دینا نہیں، بلکہ ہر منتخب لفظ کے لغوی، نحوی، سیاقی اور تفسیری مفہوم کو سامنے رکھ کر یہ واضح کرنا ہے کہ کون سا ترجمہ زیرِ بحث مقام پر اصل عربی مفہوم کو زیادہ واضح طور پر منتقل کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے کلاسیکی تفاسیر اور لغوی مصادر سے مدد لی گئی ہے تاکہ ترجیح محض ذاتی پسند پر قائم نہ ہو بلکہ علمی شواہد کی بنیاد پر ہو۔

منہجِ تحقیق اور معیارِ ترجیح

اس تقابلی مطالعے میں بنیادی طور پر تحلیلی اور تقابلی منہج اختیار کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے عربی لفظ کی صرفی و لغوی ساخت اور آیت کے سیاق کو دیکھا گیا، اس کے بعد تینوں اردو تراجم کا تقابل کیا گیا اور پھر کلاسیکی تفسیری مصادر میں موجود توضیحات کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمے کے مفہوم کا جائزہ لیا گیا۔ اس مقصد کے لیے جامع البیان، زاد المسیر، معالم التنزیل، تفسیر بیضاوی، تفسیر جلالین، صحیح بخاری، تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر عبد الرزاق، تفسیر ابن عثیمین اور دیگر متعلقہ مصادر سے استفادہ کیا گیا۔[4]

ترجیح کے لیے پانچ بنیادی اصول سامنے رکھے گئے ہیں۔ اولاً عربی لفظ کا بنیادی لغوی مفہوم، ثانیاً لفظ کی نحوی اور صرفی ساخت، ثالثاً آیت کا سیاق و سباق، رابعاً سلف اور مفسرین کی تفسیری توضیحات، اور خامساً اردو ترجمے کی معنوی وضاحت۔ اس طریقۂ کار میں یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ اگر کسی لفظ کے بارے میں مفسرین کے ہاں ایک سے زیادہ اقوال موجود ہوں تو کسی ایک قول کو بلا دلیل قطعی مفہوم قرار نہ دیا جائے۔ اسی طرح ترجمے اور تفسیر کے فرق کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جہاں مترجم نے بنیادی لفظی مفہوم منتقل کیا ہے وہاں اسے لغوی قرب کے اعتبار سے دیکھا گیا ہے، جبکہ جہاں کسی ترجمے میں تفسیری توضیح شامل ہو گئی ہے وہاں یہ دیکھا گیا ہے کہ آیا وہ توضیح آیت کے سیاق سے مطابقت رکھتی ہے یا نہیں۔

اس طرح ترجیح کا معیار محض لفظی ہونا نہیں بلکہ اصل مفہوم کی درست اور واضح ادائیگی ہے۔[5] متنی تصحیح کے دوران زیرِ بحث تمام مقامات کے آیات نمبر سورۃ الکہف کے مطابق درج کیے گئے ہیں تاکہ سابقہ مسودات سے منتقل ہونے والی غیر متعلقہ حوالہ بندی باقی نہ رہے۔ اسی طرح طویل عربی اقتباسات کو مکمل نقل کرنے کے بجائے صرف متعلقہ تفسیری نکتے تک محدود رکھا گیا ہے تاکہ بحث کا مرکز منتخب لفظ اور اس کے مفہوم پر قائم رہے۔

دائرۂ مطالعہ، علمی حدود اور اصطلاحات: اس تحقیق میں سورۃ الکہف کے تمام الفاظ کا تجزیہ مقصود نہیں، بلکہ ایسے منتخب الفاظ و تراکیب کا مطالعہ کیا گیا ہے جن میں ترجمے کے دوران معنوی فرق نمایاں ہوتا ہے۔ اس لیے معمولی املائی یا صرفی اختلافات کو بحث کا حصہ نہیں بنایا گیا۔ توجہ ان مقامات پر مرکوز ہے جہاں عربی لفظ کے ایک سے زیادہ ممکنہ مفاہیم سامنے آتے ہیں یا جہاں مختلف مترجمین نے ایک ہی مفہوم کو مختلف اسلوب میں ادا کیا ہے۔

اس تحقیق میں "لفظی ترجمہ" سے مراد عربی لفظ کے بنیادی لغوی مفہوم کو حتی الامکان برقرار رکھتے ہوئے اردو میں منتقل کرنا ہے، جبکہ "تفسیری ترجمہ" سے مراد ایسا ترجمہ ہے جس میں لفظ کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے سیاق یا تفسیری مفاد بھی عبارت میں شامل ہو جائے۔ "مفہوم کے قریب تر ترجمہ" سے مراد وہ تعبیر ہے جو عربی لفظ کے بنیادی مفہوم، سیاق اور معتبر تفسیری توضیح کو مجموعی طور پر زیادہ واضح انداز میں منتقل کرے۔ ان اصطلاحات کو کسی درجہ بندی یا مطلق معیار کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ صرف تجزیاتی سہولت کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر لفظی ترجمہ زیادہ موزوں ہو سکتا ہے، جبکہ بعض جگہ سیاقی توضیح کے بغیر اصل مفہوم اردو قاری کے لیے پوری طرح واضح نہیں ہوتا۔

بَاخِعٌ: شدتِ غم اور جان ہلاکت کا مفہوم

سورۃ الکہف کی آیت 6 میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ سے فرماتا ہے: فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ آثَارِهِمْ۔ اس مقام پر کنزالایمان میں "جان پر کھیل جاؤ گے"، احسن البیان میں "جان ہلاک کر ڈالیں گے"، جبکہ شیخ الہند کے ترجمے کو معارف القرآن میں "اپنی جان کو گھونٹ ڈالے گا" کے مفہوم میں پیش کیا گیا ہے۔ تینوں تراجم میں رسول اللہ ﷺ کے شدید رنج اور کفار کے ایمان نہ لانے پر آپ ﷺ کی بے حد فکر کا مفہوم موجود ہے، تاہم لفظ بَاخِعٌ کی اصل دلالت کے اعتبار سے ان میں اسلوبی فرق نمایاں ہے۔[6] تفسیری روایات میں بَاخِعٌ کے لیے ہلاکت اور اپنی جان ختم کرنے کے مفہوم کی صراحت ملتی ہے۔ حضرت قتادہ سے منقول ہے: قاتل نفسک، جبکہ سعید بن جبیر سے بھی اس لفظ کی تفسیر اپنی جان کو ہلاک کرنے کے مفہوم میں منقول ہے۔ ابن الجوزی نے بھی بَاخِع کی تفسیر "قاتل" سے کی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ میں محض غم یا پریشانی نہیں بلکہ غم کی ایسی شدت مراد ہے جو انسان کو اپنی جان کے ہلاک کرنے تک پہنچا دے۔[6] اس بنا پر "جان ہلاک کر ڈالیں گے" کا ترجمہ عربی لفظ کے بنیادی اور تفسیری مفہوم کے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے۔ "جان پر کھیل جاؤ گے" اردو میں ایک مؤثر محاوراتی تعبیر ہے اور شدتِ کوشش و رنج کو نمایاں کرتی ہے، لیکن لفظِ بَاخِع کی ہلاکت والی اصل دلالت اس میں براہِ راست موجود نہیں۔ اسی طرح "جان کو گھونٹ ڈالے گا" مفہوم کی شدت کو ظاہر کرتا ہے، مگر یہ بھی بنیادی لفظی دلالت کے بجائے محاوراتی انداز اختیار کرتا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر احسن البیان کا "جان ہلاک کر ڈالیں گے" زیادہ واضح اور اصل مفہوم کے قریب ہے۔ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ: غار اور رقیم کی تعیین: آیت 9 میں ارشاد ہے: أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا۔ کنزالایمان میں اس کا ترجمہ "پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے"، احسن البیان میں "غار اور کتبے والے"، جبکہ شیخ الہند کے ترجمے کو معارف القرآن میں "غار اور کھوہ کے رہنے والے" کے مفہوم میں بیان کیا گیا ہے۔ یہاں اصل اختلاف الرَّقِيم کے مفہوم کی تعیین سے متعلق ہے۔

کلاسیکی تفسیری روایات میں "الرقیم" کے بارے میں متعدد اقوال ملتے ہیں۔ بعض روایات میں اسے کتاب یا تحریر قرار دیا گیا ہے، بعض میں اس وادی کا نام بتایا گیا ہے جہاں غار واقع تھا، جبکہ بعض آثار میں اس تختی یا پتھر کی طرف اشارہ ہے جس پر اصحابِ کہف کے نام یا ان کا واقعہ لکھا گیا تھا۔ ابن الجوزی نے "الرقیم" کے لیے "الکتاب" کا قول بھی نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول مختلف روایات بھی اس لفظ کے متعدد مفاہیم کی طرف اشارہ کرتی ہیں، حتیٰ کہ ایک روایت میں ان سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ "الرقیم" کے بارے میں علم نہ رکھنے کا اظہار کرتے ہیں۔[7]

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ "الرقیم" کا مفہوم مفسرین کے ہاں ایک ہی متعین معنی تک محدود نہیں۔ تاہم "کتبے والے" کی تعبیر اس معروف تفسیری قول کے مطابق ہے جس میں الرقیم کو تحریر یا اس تختی سے متعلق قرار دیا گیا ہے جس پر اصحابِ کہف کے نام یا ان کا واقعہ درج تھا۔ کنزالایمان کی تعبیر ایک دوسرے منقول قول کی طرف جاتی ہے، جبکہ "کھوہ کے رہنے والے" مفہوم کی سطح پر زیادہ عمومی ہے۔ چونکہ یہاں متعدد معتبر اقوال موجود ہیں، اس لیے کسی ایک مفہوم کو قطعی قرار دینا درست نہیں ہو گا۔ البتہ احسن البیان کا "غار اور کتبے والے" ایک معروف اور مستند تفسیری قول کو واضح طور پر منتقل کرتا ہے، اس لیے اس مخصوص تعبیر کے اعتبار سے یہ ترجمہ زیادہ واضح ہے۔ تاہم اس ترجیح کے ساتھ یہ علمی احتیاط ضروری ہے کہ "الرقیم" کی تعیین میں سلف سے متعدد اقوال منقول ہیں۔

شَطَطًا: حد سے تجاوز اور غلطی کی شدت: اصحابِ کہف نے اپنی قوم کے شرک سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا۔ کنزالایمان میں "ہم نے ضرور حد سے گزری ہوئی بات کہی"، احسن البیان میں "ہم نے نہایت ہی غلط بات کہی"، جبکہ شیخ الہند کے ترجمے میں "کہی ہم نے بات عقل سے دور" کا مفہوم ادا کیا گیا ہے۔ تینوں تراجم میں کلام کے غلط اور حق سے ہٹے ہوئے ہونے کا مفہوم موجود ہے، لیکن شَطَطًا کے بنیادی لغوی مفہوم میں حد سے تجاوز کا پہلو نمایاں ہے۔[8] تفسیر جلالین میں اس لفظ کی وضاحت کفر میں افراط کے مفہوم سے کی گئی ہے، جبکہ بیضاوی نے اسے حق سے بہت زیادہ دور اور ظلم میں حد سے تجاوز کرنے والی بات قرار دیا ہے۔ بغوی نے حضرت ابن عباسؓ سے "جوراً" اور قتادہ سے "کذباً" نقل کیا ہے۔ اس لفظ کی اصل دلالت ہی کسی مقررہ حد سے تجاوز اور اعتدال سے نکل جانے پر ہے۔ صحیح بخاری میں بھی اس کے مفہوم کو اِفراطاً سے واضح کیا گیا ہے۔[8] اس بنا پر "حد سے گزری ہوئی بات" لفظ شَطَطًا کے بنیادی مفہوم کو سب سے زیادہ براہِ راست ادا کرتا ہے۔ "نہایت ہی غلط بات" مفہوم کو واضح ضرور کرتا ہے، لیکن حد سے تجاوز کی اصل لغوی تصویر قدرے کم نمایاں رہتی ہے، جبکہ "عقل سے دور" ایک تفسیری توضیح معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا اس مقام پر کنزالایمان کا "ہم نے ضرور حد سے گزری ہوئی بات کہی" زیادہ درست اور لغوی مفہوم کے قریب ہے۔

رَجْمًا بِالْغَيْبِ: بے علم گمان کی تعبیر

اصحابِ کہف کی تعداد کے متعلق مختلف قیاس آرائیوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے: رَجْمًا بِالْغَيْبِ۔ کنزالایمان میں "بے دیکھے الاؤ تکا (تیر تکا) بات"، احسن البیان میں "غیب کی باتوں میں اٹکل (کے تیر تکے) چلاتے ہیں"، جبکہ شیخ الہند کے ترجمے میں "بدون نشانہ دیکھے پتھر چلانا" کے مفہوم کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ تفسیری روایات میں اس ترکیب کا مرکزی مفہوم ظن اور گمان کے ذریعے ایسی بات کہنا ہے جس کی یقینی دلیل موجود نہ ہو۔ صحیح بخاری میں رَجْمًا بِالْغَيْبِ کے مفہوم کو ایسی بات سے واضح کیا گیا ہے جو ثابت نہ ہوئی ہو۔ جلالین میں اسے ان کے بارے میں غیبی اندازے سے

تعبیر کیا گیا ہے، جبکہ ابن الجوزی نے "ظناً غیر یقینی" کا مفہوم بیان کیا ہے۔ عبد الرزاق کی روایت میں اسے گمان کی بنیاد پر بات پھینکنے کے مفہوم میں بیان کیا گیا ہے۔[9]

یہاں "رجم" کا لفظی تعلق پتھر پھینکنے سے ہے، لیکن سیاق میں اس سے مراد غیب کے بارے میں بے دلیل قیاس آرائی کرنا ہے۔ کنزالایمان اور احسن البیان دونوں میں "تیر تکا" کی تعبیر اس محاوراتی مفہوم کو واضح کرتی ہے، جبکہ معارف القرآن میں "پتھر چلانا" عربی استعارے کے قریب رہتا ہے لیکن اردو قاری کے لیے مرکزی مفہوم اتنی صراحت سے واضح نہیں کرتا۔ لہٰذا کنزالایمان اور احسن البیان دونوں اس مقام کے مفہوم کو واضح طور پر ادا کرتے ہیں، تاہم "غیب کی باتوں میں اٹکل کے تیر تکے چلانا" براہِ راست اس مفہوم کو سامنے لاتا ہے کہ یہ محض قیاس آرائی ہے، یقینی علم نہیں۔ اس اعتبار سے احسن البیان کی تعبیر زیادہ واضح اور سیاقی مفہوم کے قریب معلوم ہوتی ہے۔

سُرَادِقُهَا: احاطے اور گھیراؤ کی تصویر

جہنم کے عذاب کی شدت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے: أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا۔ کنزالایمان میں "جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی"، جبکہ احسن البیان اور شیخ الہند کے ترجمے میں سُرَادِق کے لیے "قناتیں" کی تعبیر ملتی ہے۔ یہاں اصل سوال یہ ہے کہ "سرادق" سے مراد کس نوعیت کا احاطہ ہے۔ صحیح بخاری میں سرادق کی مثال اس چیز سے دی گئی ہے جو خیموں کے گرد احاطہ کرتی ہے۔ بعض مفسرین نے اسے ایسی دیوار یا حصار قرار دیا ہے جو گھیرے ہوئے ہو، جبکہ ابن عثیمین کے بیان میں اس کے ذریعے جہنم کے احاطے اور اس کے گرد موجود عذاب کی تصویر سامنے آتی ہے۔ بیضاوی نے بھی اسے فسطاط یا خیمے کے گرد موجود احاطے سے تشبیہ دی ہے اور بعض اقوال میں آگ یا دھوئیں کے حصار کا ذکر ملتا ہے۔[10]

اس اعتبار سے "قناتیں" لفظی سطح پر اصل عربی لفظ کے ایک پہلو کو ظاہر کرتی ہیں، لیکن موجودہ اردو قاری کے لیے اس تعبیر سے جہنم کے گھیرے کا مفہوم فوری طور پر واضح نہیں ہوتا۔ "دیواریں انہیں گھیر لیں گی" میں سرادق کے بنیادی مفہوم، یعنی چاروں طرف سے احاطہ کرنے، کو زیادہ واضح انداز میں منتقل کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر کنزالایمان کا "جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی" زیادہ واضح اور مفہوم کے اعتبار سے زیادہ مؤثر ہے۔ اگرچہ یہ لفظی ترجمے کے بجائے قدرے تفسیری تعبیر ہے، تاہم اس میں آیت کے سیاق اور سرادق کے احاطے والے مفہوم دونوں محفوظ رہتے ہیں۔

خِلَالَهُمَا: دونوں کے درمیان

صاحبِ جنتین کے باغوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے: وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا۔ کنزالایمان میں "دونوں کے بیچ میں ہم نے نہر بہائی"، احسن البیان میں "ان باغوں کے درمیان نہر جاری رکھی"، جبکہ شیخ الہند کے ترجمے میں "ان دونوں کے بیچ نہر" کا مفہوم ادا کیا گیا ہے۔

خِلَالَهُمَا کا بنیادی مفہوم دونوں کے درمیان یا دونوں کے بیچ ہونا ہے۔ صحیح بخاری میں اس کی توضیح بینھما سے کی گئی ہے، جبکہ مفسرین نے بھی اس سے دونوں باغوں کے درمیان جاری ہونے والی نہر مراد لی ہے۔ ابن عثیمین نے بھی اس مقام پر دونوں باغوں کے درمیان نہر جاری ہونے کی وضاحت کی ہے۔[11] تینوں تراجم بنیادی مفہوم کی درست ادائیگی کرتے ہیں۔ احسن البیان میں "باغوں کے درمیان" کہہ کر مرجع کو واضح کیا گیا ہے، جبکہ کنزالایمان اور شیخ الہند کے ترجمے میں "دونوں کے بیچ" اصل عربی ساخت کے زیادہ قریب ہے۔ اگر محض لفظی قرب کو معیار بنایا جائے تو کنزالایمان کی "دونوں کے بیچ میں ہم نے نہر بہائی" زیادہ براہِ راست ہے، جبکہ احسن البیان کی تعبیر اردو میں قدرے زیادہ واضح اور رواں ہے۔

يُحَاوِرُهُ: باہمی گفتگو اور محاورت

صاحبِ جنتین اپنے ساتھی سے گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے: وَهُوَ يُحَاوِرُهُ۔ کنزالایمان میں "وہ اس سے رد و بدل کرتا تھا"، احسن البیان میں "ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں اپنے ساتھی سے کہا"، جبکہ شیخ الہند کے ترجمے میں "جب باتیں کرنے لگا اس سے" کا مفہوم ادا کیا گیا ہے۔ لفظ يُحَاوِرُهُ مادہ "ح–و–ر" سے ہے اور اس میں باہمی گفتگو، ایک دوسرے کو جواب دینا اور گفتگو کا تبادلہ بنیادی مفہوم کے طور پر شامل ہے۔ صحیح بخاری میں محاورت کو گفتگو کے مفہوم سے واضح کیا گیا ہے۔ ابن عثیمین نے اس کیفیت کو دونوں اشخاص کے درمیان گفتگو کے تبادلے سے تعبیر کیا ہے۔

بعض تفسیری روایات میں اس گفتگو کے اندر اپنے مال پر فخر کرنے کا پہلو بھی بیان ہوا ہے، لیکن یہ اصل لفظ کے بنیادی معنی کے بجائے سیاقی توضیح ہے۔[12] اس بنا پر کنزالایمان کی "رد و بدل" کی تعبیر لفظ يُحَاوِرُهُ کے باہمی گفتگو والے مفہوم کو براہِ راست منتقل کرتی ہے۔ احسن البیان اور شیخ الہند کا ترجمہ گفتگو کا مفہوم تو ادا کرتا ہے، لیکن اس میں لفظ کے باہمی تبادلے کی دلالت اتنی نمایاں نہیں رہتی۔ لہٰذا اس مقام پر کنزالایمان کا "وہ اس سے رد و بدل کرتا تھا" اصل لفظ کے بنیادی مفہوم کے زیادہ قریب ہے۔

قُبُلًا: سامنے عیاں یا قسم قسم

سورۃ الکہف کی آیت 55 میں فرمایا گیا: أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا۔ کنزالایمان میں "قسم قسم کا"، احسن البیان میں "سامنے کھلم کھلا"، جبکہ شیخ الہند کے ترجمے میں "سامنے کا" مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ یہاں قُبُلًا کے مفہوم میں قراءت اور تفسیری اختلاف دونوں سامنے آتے ہیں۔ تنویر المقباس میں اس مقام پر عذاب کے سامنے آنکھوں کے سامنے ظاہر ہونے کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ جلالین میں بھی اسے "مقابلة وعيانا" یعنی سامنے اور عیاں ہونے کے

مفہوم سے واضح کیا گیا ہے۔ تاہم اس لفظ کی ایک دوسری قراءت کی بنیاد پر اسے "قسم قسم" یا مختلف انواع کے معنی میں بھی سمجھا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں اس لفظ کے ایک قرآنی و لغوی پہلو کی وضاحت بھی ملتی ہے۔[13]

لہٰذا یہاں دونوں تعبیرات کے پیچھے علمی بنیاد موجود ہے، لیکن آیت کی معروف قراءت اور جلالین و دیگر تفسیری توضیحات کے مطابق "سامنے عیاں" ہونے کا مفہوم زیادہ نمایاں ہے۔ اس اعتبار سے احسن البیان کا "سامنے کھلم کھلا" زیادہ واضح اور راجح معلوم ہوتا ہے۔ البتہ کنز الایمان کا "قسم قسم کا" بالکل بے بنیاد نہیں، بلکہ ایک منقول قراءتی و تفسیری جہت سے متعلق ہے۔

لَا أَبْرَحُ: مسلسل سفر کا عزم

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ۔ کنز الایمان میں "میں باز نہ رہوں گا"، احسن البیان میں "میں تو چلتا ہی رہوں گا"، جبکہ شیخ الہند کے ترجمے میں "میں نہ ہٹوں گا" کا مفہوم ادا کیا گیا ہے۔ لَا أَبْرَحُ کے معنی کسی کام سے باز نہ آنے اور مسلسل جاری رہنے کے ہیں۔ صحیح بخاری میں اس مقام پر اس کا مفہوم لَا أَزَالُ أَسِيرُ کے ساتھ بیان ہوا ہے، جبکہ جلالین میں بھی مسلسل سفر کرتے رہنے کا مفہوم واضح کیا گیا ہے۔

تنویر المقباس میں بھی لَا أَزَالُ أَمْضِي کی تعبیر ملتی ہے۔[14] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں محض کسی جگہ سے نہ ہٹنے کا مفہوم نہیں بلکہ منزل تک پہنچنے کے لیے مسلسل چلتے رہنے کا عزم نمایاں ہے۔ "میں باز نہ رہوں گا" اس عزم کو عمومی انداز میں ادا کرتا ہے، جبکہ "میں نہ ہٹوں گا" میں حرکت و سفر کا پہلو کم نمایاں ہے۔ اس کے مقابلے میں "میں تو چلتا ہی رہوں گا" عربی مفہوم کو زیادہ واضح طور پر منتقل کرتا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر احسن البیان کا "میں تو چلتا ہی رہوں گا" زیادہ درست اور سیاق کے قریب ہے۔

نُكْرًا: شدید ناپسندیدہ اور منکر عمل

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک واقعے پر خضر علیہ السلام سے فرمایا: لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا۔ کنز الایمان میں "بہت بری بات"، احسن البیان میں "بڑی ناپسندیدہ حرکت"، جبکہ شیخ الہند کے ترجمے میں "چیز نامعقول" کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ تنویر المقباس میں نُكْرًا کی وضاحت ایک بڑے منکر اور عظیم فعل کے طور پر کی گئی ہے۔ ابن عثیمین نے بھی اسے منکراً عظیماً کے مفہوم میں بیان کیا ہے۔ صحیح بخاری میں اس لفظ کے مفہوم کے لیے شدید اور ہولناک معاملے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ یہاں محض "غلط" یا "نامعقول" چیز مراد نہیں بلکہ ایسا فعل ہے جسے انسانی فطرت اور شریعت دونوں کے اعتبار سے شدید ناپسندیدہ سمجھا جائے۔[15] احسن البیان کا "بڑی ناپسندیدہ حرکت" اس مفہوم کو نسبتاً مکمل انداز میں منتقل کرتا ہے۔ کنز الایمان کا "بہت بری بات" بھی مفہوم کے قریب ہے، لیکن "حرکت" کہنے سے واقعے کی عملی نوعیت واضح ہوتی ہے۔ "چیز نامعقول" میں

ناپسندیدگی اور شدت کا پہلو کم نمایاں رہتا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر احسن البیان کا "بڑی ناپسندیدہ حرکت" زیادہ جامع اور سیاق کے اعتبار سے زیادہ واضح ترجمہ ہے۔

رُحمًا: محبت، شفقت اور قرابت:

حضرت خضر علیہ السلام نے بچے کے بارے میں فرمایا: فَأَرَدْنَا أَن يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا۔ کنزالایمان میں "اس سے زیادہ مہربانی میں قریب"، احسن البیان میں "اس سے زیادہ محبت اور پیار والا بچہ"، جبکہ شیخ الہند کے ترجمے میں "نزدیک تر شفقت میں" کا مفہوم ادا کیا گیا ہے۔ رُحمًا کے مفہوم میں رحمت، شفقت اور قرابت کے معانی کی گنجائش موجود ہے۔ بعض مفسرین نے اسے صلہ رحمی اور قرابت کے مفہوم سے جوڑا ہے، جبکہ بعض نے رحمت و عطف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابن عثیمین کے بیان میں اس میں قرابت اور صلہ رحمی کے مفہوم کا پہلو موجود ہے، جبکہ دیگر تفسیری توضیحات میں محبت اور شفقت کی جہت بھی نمایاں ہوتی ہے۔[16]

اس لیے یہاں صرف ایک لفظی معنی اختیار کرنا پوری معنوی وسعت کو محدود کر سکتا ہے۔ احسن البیان کا "محبت اور پیار والا بچہ" سیاق کے اعتبار سے اس بچے کی مطلوبہ صفات کو واضح کرتا ہے، جبکہ کنزالایمان اور شیخ الہند کی تعبیرات میں رحمت و شفقت کا مفہوم زیادہ براہِ راست موجود ہے۔ تاہم "رحم" کے اندر قرابت کا پہلو بھی موجود ہونے کی وجہ سے محض محبت کو واحد قطعی معنی قرار دینا مناسب نہیں۔ مجموعی سیاق کو سامنے رکھتے ہوئے احسن البیان کا "زیادہ محبت اور پیار والا بچہ" اس مقام پر مفہوم کی زیادہ جامع اور قابلِ فہم ادائیگی کرتا ہے، اگرچہ لفظِ "رُحمًا" میں شفقت اور قرابت کی دلالت بھی برقرار رہتی ہے۔

حاصلِ بحث

سورۃ الکہف کے منتخب الفاظ کے تقابلی مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تینوں تراجم میں قرآن مجید کے بنیادی مفہوم کو منتقل کرنے کی کوشش موجود ہے، تاہم ہر مترجم نے بعض مقامات پر لفظی قرب، بعض پر محاوراتی روانی اور بعض پر تفسیری وضاحت کو ترجیح دی ہے۔ اس لیے کسی ایک ترجمے کو تمام مقامات پر یکساں طور پر زیادہ قریب قرار دینا علمی طور پر مناسب نہیں۔ بَاخِعٌ کے مقام پر "جان ہلاک کر ڈالیں گے" اصل لفظ کی شدت اور تفسیری مفہوم کو زیادہ واضح کرتا ہے۔ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ میں "الرقیم" کے متعدد تفسیری اقوال ہونے کی وجہ سے قطعی ترجیح سے احتراز ضروری ہے، تاہم "کتبے والے" ایک معروف تفسیری قول کو واضح کرتا ہے۔ شَطَطًا کے لیے "حد سے گزری ہوئی بات" اس لفظ کے بنیادی لغوی مفہوم کے سب سے

قریب ہے۔ رَجمًا بِالْغَيْبِ میں بے دلیل گمان اور قیاس آرائی کا مفہوم بنیادی حیثیت رکھتا ہے، جسے "اٹکل کے تیر تکے" کی تعبیر واضح کرتی ہے۔ اسی طرح سُرَادِقُهَا میں "دیواریں انہیں گھیر لیں گی" لفظی ترجمے کے بجائے سیاقی وضاحت فراہم کرتا ہے، مگر سرادق کے احاطے والے مفہوم کو اردو قاری کے لیے زیادہ واضح کرتا ہے۔ خِلَالَهُمَا میں تینوں تراجم مفہوم کے لحاظ سے درست ہیں اور اختلاف بنیادی طور پر اسلوب کا ہے۔ يُحَاوِرُهُ میں "ردو بدل" باہمی گفتگو کے اصل مفہوم کو زیادہ براہِ راست منتقل کرتا ہے۔ قُبُلًا میں معروف قراءت کے مطابق سامنے عیاں ہونے کا مفہوم زیادہ نمایاں ہے، اگرچہ "قسم قسم" کی تعبیر ایک دوسری منقول قراءتی جہت سے متعلق ہے۔

لَا أَبْرَحُ کے لیے "چلتا ہی رہوں گا" حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مسلسل سفر کے ارادے کو زیادہ واضح کرتا ہے۔ نُكْرًا میں "بڑی ناپسندیدہ حرکت" لفظ کے اندر موجود شدت اور عملی نوعیت دونوں کو نمایاں کرتی ہے۔ آخر میں رُحْمًا کے مقام پر محبت، شفقت اور قرابت تینوں معنوی جہات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، تاہم سیاق کے اعتبار سے "محبت اور پیار والا بچہ" زیادہ واضح تعبیر سامنے آتی ہے۔

اس تقابلی مطالعے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ قرآنی ترجمے کی صحت کا فیصلہ صرف اس بنیاد پر نہیں کیا جا سکتا کہ کون سا ترجمہ عربی لفظ کے زیادہ قریب ہے۔ بعض اوقات ایک لفظی ترجمہ عربی ساخت کو محفوظ رکھتے ہوئے اردو قاری کے لیے مبہم رہ سکتا ہے، جبکہ تفسیری یا محاوراتی تعبیر اصل مفہوم کو زیادہ واضح کر دیتی ہے۔ اسی طرح بعض مقامات پر محاوراتی روانی کے باوجود لفظ کی بنیادی دلالت کمزور پڑ سکتی ہے۔ اس لیے زیادہ مناسب طریقہ یہ ہے کہ ہر لفظ کو اس کے لغوی مفہوم، سیاق، نحوی ساخت اور معتبر تفسیری روایت کی روشنی میں الگ الگ جانچا جائے۔ چنانچہ زیرِ مطالعہ مقامات میں ترجیح کسی ایک مترجم کے عمومی امتیاز کی بنیاد پر نہیں بلکہ ہر لفظ کے مخصوص معنوی تقاضے کے مطابق قائم ہوتی ہے۔ یہی طریقہ قرآنی تراجم کے تقابلی مطالعے کو محض لفظی موازنے کے بجائے ایک باقاعدہ علمی اور تحلیلی مطالعہ بناتا ہے۔

حوالہ جات

[1] محمد عبد العظیم الزرقانی، مناهل العرفان في علوم القرآن۔

[2] احمد رضا خان، کنزالایمان؛ محمد جوناگڑھی، ترجمہ قرآن مجید، معروف اشاعت احسن البیان؛ محمود حسن، ترجمہ قرآن مجید، معارف القرآن کے ضمن میں رائج ترجمہ۔

[3] محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن؛ محمد بن احمد القرطبی، الجامع لأحکام القرآن؛ اسبابِ نزول اور فضائلِ سورۃ الکہف سے متعلق روایات، صحیح البخاری اور صحیح مسلم۔

[4] محمد بن جریر الطبری، جامع البیان؛ حسین بن مسعود البغوی، معالم التنزیل؛ محمود آلوسی، روح المعانی؛ اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم۔

[5] محمد حسین الذہبی، التفسیر والمفسرون؛ عبد العظیم الزرقانی، مناهل العرفان فی علوم القرآن۔

[6] عبد الرزاق الصنعانی، تفسیر عبد الرزاق؛ ابن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم؛ عبد الرحمن بن علی ابن الجوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر۔

[7] محمد بن جریر الطبری، جامع البیان؛ ابن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم؛ ابن الجوزی، زاد المسیر؛ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس۔

[8] جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی، تفسیر الجلالین؛ حسین بن مسعود البغوی، معالم التنزیل؛ ناصر الدین البیضاوی، أنوار التنزیل وأسرار التأویل؛ صحیح البخاری۔

[9] صحیح البخاری؛ تفسیر الجلالین؛ ابن الجوزی، زاد المسیر؛ عبد الرزاق الصنعانی، تفسیر عبد الرزاق؛ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس۔

[10] صحیح البخاری؛ ناصر الدین البیضاوی، أنوار التنزیل وأسرار التأویل؛ محمد بن صالح العثیمین، تفسیر القرآن الکریم۔

[11] صحیح البخاری؛ تفسیر الجلالین؛ محمد بن صالح العثیمین، تفسیر القرآن الکریم۔

[12] صحیح البخاری؛ تفسیر الجلالین؛ محمد بن صالح العثیمین، تفسیر القرآن الکریم؛ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس۔

[13] تفسیر الجلالین؛ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس؛ صحیح البخاری۔

[14] صحیح البخاری؛ تفسیر الجلالین؛ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس۔

[15] صحیح البخاری؛ محمد بن صالح العثیمین، تفسیر القرآن الکریم؛ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس۔

[16] صحیح البخاری؛ محمد بن صالح العثیمین، تفسیر القرآن الکریم؛ ابن الہائم، متعلقہ تفسیری توضیحات۔